

وَتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيْهِ



لِتَصِيفِ وَارِث

مُصنَف
شیخ رضی احمد وارثی



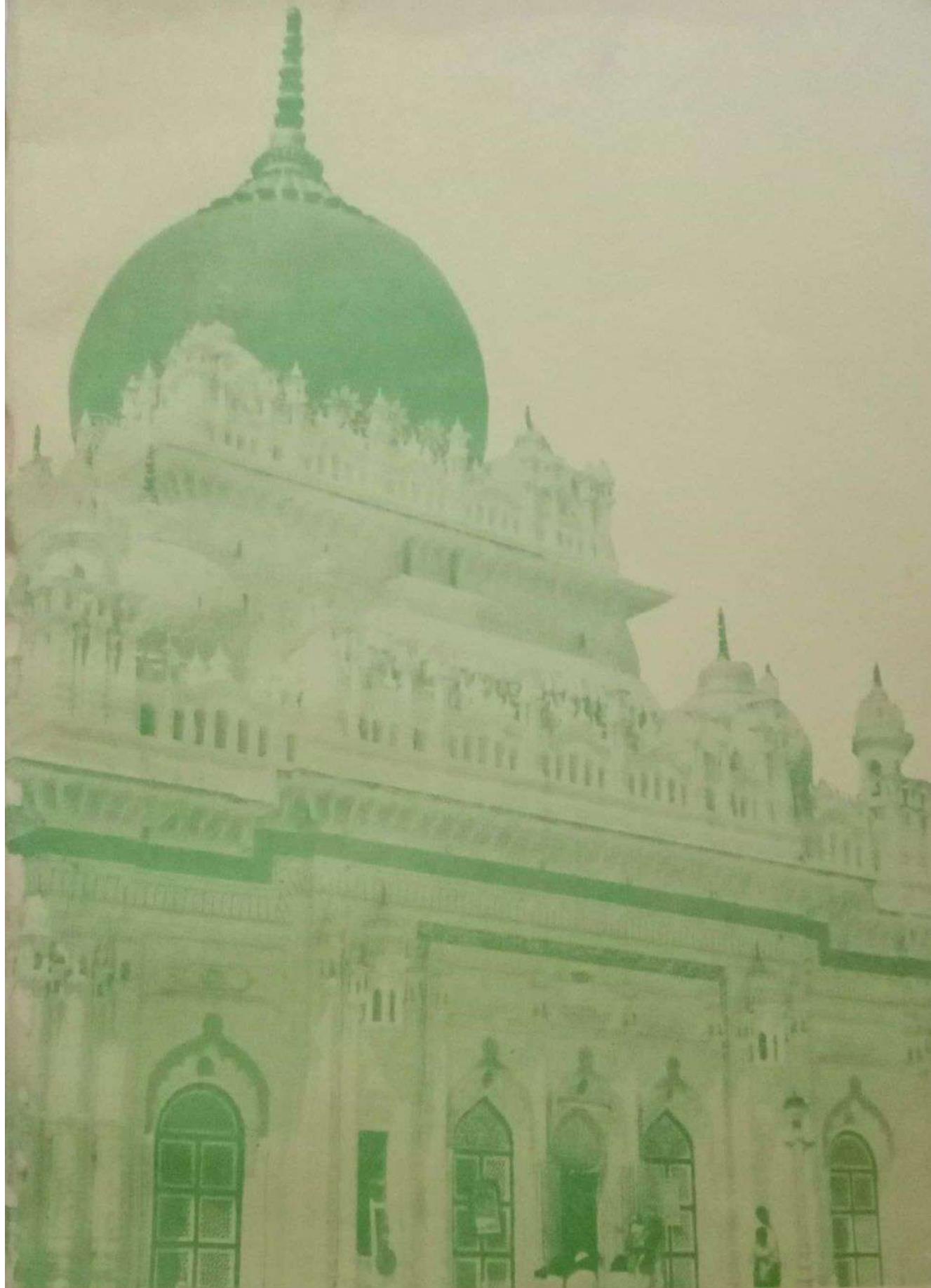
رہنما اکھری رہنما شاہ احمد فیضی علی یوسفی احمدی بادشاہ مسیحی مسیحی احمدی

حضرت سید حسن علام
عرف میں بالکل رحمت
اللہ علیہ کی جانب سے
گئی وارثہ کی تھی
مسیحی کاوش کی کسی سے
کہ لیک سید ہوش
گردے سے ایسے وقت کیے
کامل درین عالم میں اصل
ولی خیر جم داعی
سلسلہ حضرت ہندستان
خلدہ خبیر رحمت اللہ
علیہ سے ہیں لکھ اسلام
حضرت کرامہ مسیح ایسا کا
مراد ہے

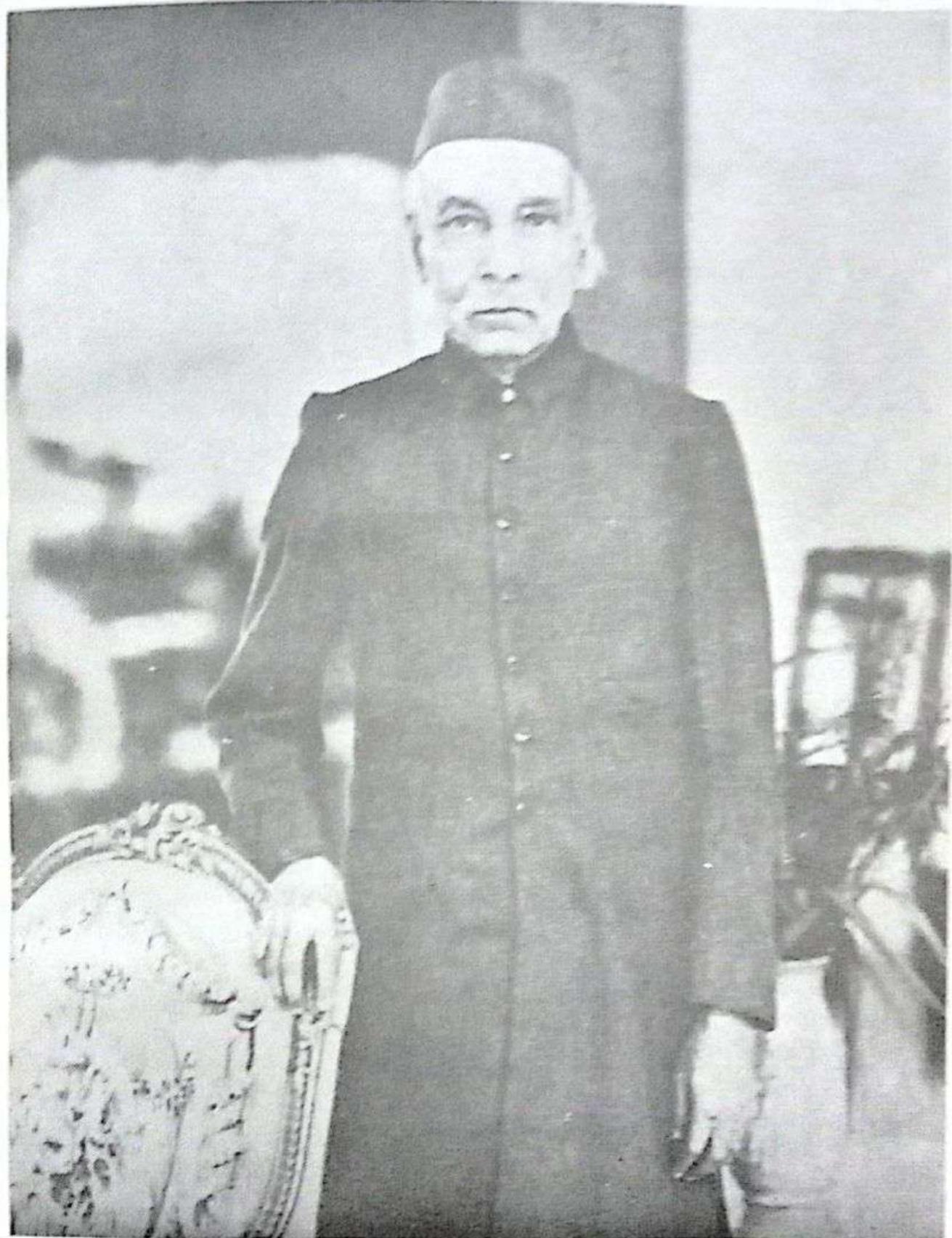
۱۰ کام وارت پاک علام
تواریخ عطاء اللہ ذکرہ کیے
حکم یوں کیا کیا اس کام کو
کوئی وارثہ ایسے جلت
سوب کروائیے ہوں
حکم مرشدہ کا اور نکاب نا
گرت اگر کچھیں بھی
شخص ہے کہیے کہیے اس
سے بس اور ایسے مانو تو
ملن لیجیے کا کو یہ
حصہت یوں سے علام کا
کام غلامیں کرنا بایس بھی
مرشدہ کیے حکم کی
تعصی کرنا بے ہا کو
حضرت اور والہ والی وصول
کرنا

مرائیے مسیحیان سے
وارثوں یوں حکم مرشدہ کی
لشاع اذم سے حصہت
ہوں یہ اور والہ والی سے یہ
مسیح کریم شکر





حُب فرمانش ،
حاجی وارث علی شاہ مسولیم مُس سست
* آستانہ عالیہ دیوائلیف
تحمیل و صنایع بارلا پسکی (یدیپی - بھارت)
سعد محمد وارث خلف الرشید شیخ رضی احمد وارثی (آنسویں گانج)



شیخه مرزا محمد ابراهیم بیگ شیدا وارثی که در عرصه حیات خودش از مهد
تا لحد یعنی ۱۲۸۱ هـ تا ۱۳۶۶ هـ لوا، انوار تجلیات وارثی افراشت

لوصیف و ارش

مشتمل بر آن شیدا فیض و ارش داشت. و آسون خات شیدا فیض ارش
از منظومات مرزا محمد ابراهیم بیگ شیدا و ارش
منظومات مولوی لطافت حسین دارثی در زبان پاپرسی
در ساله افسوسی صدی عیسی کا ایک حلستیل الشان صوفی
مصنفہ ڈپٹی افتخار حسین دارثی در زبان انگریزی۔ و
مکتوب وائیکونٹ گلائز را و ارشی در زبان انگریزی

مرتبہ

شیخ رضی احمد
نیج استاد علیہ

بـا هـمـا فـتـیـر عـزـتـت شـاـهـ صـاـہـ وـارـثـی
مـدـ ظـلـهـ عـالـیـ نـاظـمـ اـعـلـیـ آـسـتـانـهـ عـالـلـهـ وـرـشـیدـ چـھـپـہـ شـرـیـفـ
ڈـاـکـنـاـنـہـ چـنـگـاـ بـنـگـلـیـاـ لـ تـحـصـیـلـ گـجـانـ ضـلـعـ رـاـوـاـ پـنـڈـیـ -

ناشر:

لوارث یمیش سروسر

۲-گراونڈ فلور ماشین ایڈ-مارکیٹ ۵۵-بی پی چین روڈ-لاہور

ایک ہزار تعداد ○

سال اشاعت ۱۹۹۳

ناظمِ اشاعت وارثیہ ٹرسٹ

آستانہ عالیہ وارثیہ چھپیں شریف
ڈاکخانہ چنگا بنگاں۔ تحصیل گوجرانواہاڑا ولپنڈی

کتاب ملنے کا پتہ

آستانه عالیہ وارثیہ حضرت فقیر اکمل شاہ دارتی
چھپر پسر لین ڈاکخانہ چینگا بنگی ل تحصیل گو جران ضلع راوالپنڈی

فہرست مصاہین کتاب تو صیف و ارش

نمبر	مصنایں	صفو
۱	دیباچہ	۲
۲	سوائجیات مرزا محمد ابراهیم بیگ شیداوارثی	۲۵ تا ۲۵
۳	ناکشیدا	۲۲ تا ۲۶
۴	افسال و ارش	۲۸ تا ۳۳
۵	فیض و ارش	۹۲ تا ۳۹
۶	واسوخت شیدا	۷۶ تا ۷۳
۷	منظومات منشی لطافت حبیب دارثی	۱۵۲ تا ۱۷۶
۸	مکتوب و ترجمہ مکتوب کاؤنٹ گلزار اوارثی	۱۶۶ تا ۱۵۳
۹	اُنیسویں صدی کا ایک حلیل الثان صوفی	۱۴۶ تا آخر

ٹکسیشن پرپریگ پریس ۱۶ اریجن گن روڈ لاہور

يَا إِلَهُ الْعَالَمِينَ مَنْتَ خَيْرُ الْوَارثِينَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

نَهْدَأَرَبُّنَّ عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

لَا مَقْصُودٌ لَا هُوَ لَا مَعْبُودٌ لَا هُوَ لَا مَوْجُودٌ لَا هُوَ لَا

محمد ابریم بیگ نام شید القب سرکاری بشر فارلکھنؤیں سے تھے آپ کے والد کا نام محمد بیگ تھا۔ راجہ باراد میں مکان تھا جن کا کاروبار کرتے تھے اور اس تجارت میں انہیں فراغت مل تھی مرنماحمد بیگ کو سید خادم علی شاہ صاحب سے عقیدت تھی مغربیت نہیں ہوئے تھے ۱۲۵۷ھ میں سید خادم علی شاہ کا وصال ہوا محمد بیگ صاحب انکے سوم میں شرکیت ہوئے۔ سوم کے ساتھ دستار بندی کی رسم ادا ہوئی جس کی تفصیل انکے صاحبزادے کے قلم سے اس طور پر ہے۔

وہ قسم فاتح خوانی ہوئی۔ رو سار شہزاد مریدین و معنومندین کے علاوہ علمائے دین و حضرات مثالیخین کا مجمع ہوا۔ اور بعد فتح خوانی کے سرکم دستار بندی کا مسئلہ ہیش ہوا اور مولوی مناجان میاں صاحب نے جا آپ کے نگر خانہ کے ہتم بی تھے تقریباً کشتی میں ایک دستار کہ کر حضار طبکے رو بروہیش کی۔ اور عرض کیا کہ آپ حضرات کو جو اس کا اہل علم ہواں کو یہ خلعت مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ نبیرہ حضرت غوث گوالیاری ذیزرا کبڑا شاہ صاحب نے اس منصب کے واسطے حضور قبلہ عالم کو تجویز فرمایا۔ اور دیگر مشائخین نے بھی اس راستے سے اتفاق کیا۔ اور اس گذشتی کو حصہ کے فرق الور پر مشائخین عظام نے اپنے مقدس ہاتھوں سے باندھا۔

میرے والد ماجد کو ٹھی اسی دوران میں تغلکے علمائی مرحمت ہوا۔ حالانکہ بظاہر وہ ذی استعداد اور بہت مترشح شخص تھے اور عمر ۶۹ سال کی تھی۔ مگر ان کی امداد کا عجب تصور ہے۔

چنانچہ والد ماجد نے اپنی اولاد کا اوقت یوں بیان فرمایا ہے کہ حضرت حاجی سید خادم علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی روحاںی شخصیت کا چونکہ شہر تھا اس لحاظ سے میں بھی بطریق نیاز بندی اُن کی تقریب بیوں میں شرکیت ہوا۔ بعد فتح خوانی کے دیکھا کہ نہایت وحیہ اور غایبیت حسین ایک نو عمر صاحبزادہ کے سر افکس پر قدر مشائخین نے گڈی باندھی۔ میرے والد پرمان صاحبزادے کی عنظمت و جلالت کا غیر معمولی اثر ہوا۔ امداد کیا کہ

معاونگ کروں مگر عرب عن ایسا دنہ ہوا کہ قریب نہ جا سکا اور مکان واپس آیا۔ لیکن اس کا یقین کاں ہو گیا
کہ یہ ماجزا وہ بزرگ زیدہ خدا ہیں اور ان کے پر وہ یہی کوئی بڑی قوت کا فرمائے
چند دن کے بعد انہیں صاحبزادے کو عالم دیا میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا گئے ہمارے پاس آیا کرو،
ٹیالیں اصل حصول قدیمی کے شوق میں گھر سے ملا۔ جب مسجد پل قصاباں کے قریب ہنچا تو دیکھا کہ وہی
صاحبزادے مسجد سے براہ رہ ہوئے اور میرے سلام کا نہایت اخلاق سے جواب دے کر فرمایا کہ ”شہر و ملت نے
ہمیں یہ تھوڑے عرصہ میں زمانی محلہ سے دُور کر چکی اور ایک کنکوا ہاتھ میں لیتے تشریف لائے۔ اور کنکوا
مجھ کو دے کر ارشاد ہوا کہ ”چھوڑائی دو۔“ حسب الحکم کنکوئے کی دُور کیڑا کر ہنوز وہ پندرہ قدم گیا تھا کہ مرکز کر
فرمایا۔ اب دُور نہ چھوٹے۔“ اس مختصر جملہ کا میرے قلب پر ایسا گہرا خبر ہوا کہ اشکبار قدموں پر گرا اور عرض کی کہ
لِشَدْ وَسْتَغْيَرِی فرمائی کہ میرے کمزور انہوں سے آپ کی دُور نہ چھوٹے۔ آپ بیٹھ گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہو
”امانہ پکڑتا ہوں پیر کا۔“ میں نے یہ جملہ ادا کیا تو آپ نے اتحہ چھوڑ کر چند ہراثیں کیں اور فرمایا۔ جاؤ دنیا کے
طالب نہ ہونا۔ اور خدا کی محبت میں بندگان خدا کی بعد امکان خدمت کرنا اور قلب کی نگرانی۔ اور انہاں
کے شمارے غافل نہ ہونا۔“ اور آپ محلہ سراۓ میں تشریف لے گئے۔

میں حسب ہمایت مکان تو داپس آیا مگر دل کا تھا ضاٹھا کہ یہیں پڑے رہو۔ اور انہیں کی نیز
صورت کو قدرت کی جسم تصویر ہے دیکھا کرو۔ بلکہ اسی فحطاب کی وجہ سے روزانہ خدمت والا میں حاضر میٹا
تھا ایک ہفتہ کے بعد آپ نے یہ پروردش فرمائی کہ غریب خانہ پر تشریف لائیے اور تھاری والدہ کوئی دھنل
سلسلہ فرمایا۔ اور بتا کیہ ارشاد ہوا کہ ایک صورت کو پکڑا لو وہی صورت یہاں بھی تھارے ساتھ رہے گی۔ اور قریر
میں بھی اسی کا سامنا ہو گا۔ اور حشر میں بھی اسی کو دیکھو گی۔

میرے والد ما جد کہتے تھے کہ سیعیت لینے کے بعد سپلی ہمایت مجھ کو یہ فرمائی کہ محبت کرو۔ اور جب سفر
چماز سے واپس تشریف لائے تو ایک روز بکمال پر وہش یہ فرمایا کہ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور کا
کرن ہے۔ مگر قلب سوز محبت سے گداز ہو۔ اس کے لئے ایک نظر غایت کی ضرورت ہے۔ ارشاد ہوا کہ تمجد
کے بعد غسل کر و اور عطریات سے محظر ہو کر تصدیق کے ساتھ ایک بزرگ مرتبہ ہے درود پڑھا کرو۔ اللَّهُمَّ إِنِّي
عَلَىٰ تَحْمِيلٍ وَإِلَيْهِ يُعْدَدُ الْحُسْنَىٰ وَعَلَيْهِ يُرْجَعَ الْمُنْكَرُ ۚ“ اور
حضرت مولانا علی الرحمۃ کا تبسم فرمایا یہ شعر پڑھا۔

حر کہ دا باشد ز نیز داں کا رعبا ر بار آنجا یافت بیر دل شد ز کار ۔

شیدا میاں اُسے میں پیدا ہوئے جیسا کہ خود تحریر فرماتے ہیں میری پیدائش ملکہ کی ہے
اور تیرہ چودہ سال کی عمر کے حالات اکثر مجھے یاد ہیں۔ آپ کے ایام طفولی میں ایک ہم واقعہ ہی میں آیا
کہ حضرت ملکہ رایہ نے فیرا الوارثین آپ کے لئے میں قیام پذیر ہتھے کہ جناب کی طبیعت نماز ہو گئی اور عالت نے
مول کھینچا اُس وقت شیدا میاں کی والدہ نے بارگار رب العزت میں دست دعا بلند کیا اور یہ التجا کی
کہ حضور صحت یا ب ہو جائیں اور جو خُلُکی و رُبُوری آپ پر آئے والی ہے وہ میرے بیٹے شیدا پر آجائے
چنانچہ حضور صحت یا ب ہو گئے۔ اس بخار ہر معمولی واقعہ کا نتیجہ اس صورت میں برآمد ہوا کہ جب شیدا میاں
سن شہر کو پہنچا اور آپ کی والدہ نے سرکار سے ان کے رشتہ کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا
کہ میں مردے کا نکاح ہوتا ہے لیکن تم تو اس کو مجھ پر قربان کر جکلی ہو اور وہ مجھ میں فنا ہو چکا ہے۔

بیعت یعنی توازن سے آپ سرکار کے دست گرفتھے اور تیرہ چودہ برس کی عمر سے نفس واپسیں باقی
حضوری میں حاضر باش رہے یا آستانہ عالیہ پر موجود رہے الا جکم سرکار یا برائے سرانجام دی امور متعلقہ
آستانہ عالیہ کبھی اور کہیں جانا پڑتا تو گئے۔ لیکن یہ کہ ظاہری طور سے آپ کب بعیت ہوئے بقید سنه و نایخ معلوم
نہیں البتہ آپ کی رد مانی تعلیم اور تکمیل کا واقعہ حیات میں نکرہے جو نقل کیا جاتا ہے۔

” یہ واقعہ بھی اسی مصنفوں کا ہے کہ ایک حاضر باش ملکہ بگوش نے اپنی دلی خواہش کا الہمار اس خوشنما
عنوان سے کیا کہ یہ شعر علی قلم سے لکھ کر سرکار عالم پناہ کے سامنے پیش کیا ہے یہ شیدا میاں کی اپنی سرگردشت ہے۔

” منم وہیں تنا کہ بوقت جاں سپردن برخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی
حضور قلة عالم نے ملاحظہ فرم کر بھال عنایت ارشاد فرمایا۔ کہ اپنی اس خواہش دلی کو لفظ تمنا
سے کیوں تغیر کرتے ہو۔ یہ تو مخصوص طور پر تم لوگوں کا حصہ ہے۔ جو حسب جذیت سب کو فضولی ہے۔
اہ یہ دوسری بات ہے کہ بجا کے کل کے آج ہی اپنا حصہ لے لو۔

” فرم اکر سخنائے سختی کی خصی شان دکھائی۔ اور اس ارادت مند کو اپنے سینہ اقدس سے لگایا۔
معلوم نہیں اس نے کیا دلفریب کر غمہ دیکھا کہ مغلوب الحال ہو کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حکم ہوا۔ خاموش تھم کوئی
معلوم کہ ضبط اہل بحث کا خاص زیدہ ہے۔ مرتنے دم تک نہ زبان سے کچھ کہنا۔ اور نہ اس صورت کے دیکھنے
کے بعد دوسری صورت کو دیکھنا۔ بلکہ یہ شعر یاد رکھو۔

” گر تو خواہی کہ سینیش بر دوز دیدہ با راز غیر اد چوں بنہاڑ ”
اس دیرینہ فلامنے چکم تعلیم سن کر دست بستہ عرض کیا کہ خداوند کیا زندگی ہی میں نہان کے

ساتھ آنکھیں بھی بند کر لول۔

حضور تبلہ عالم نے ملکا کے فرما دیا کہ آنکھے بند کرنے کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو کیونکہ خلق
اللہ کو از راہ خوش نیتی بخور یا سرسری طرف سے دیکھنا مباح ہے بلکہ عبرت اخشتیت کا سبق حاصل کرنے کے
واسطے کار ساز حقیقی کی صفتیوں پر تذکرہ نہ۔ لفجوائے فاعلٰیٰ عَبْرٰیٰ اُولیٰ الْأَبْصَارِ میں عہادت ہے۔ البتہ شب
عشق میں اسواے محبوب کو ایسی ملتفت نظر سے دیکھنا۔ شخص منتظر کے ساتھ انہاںک پیدا کر دے غیرہ عشق
کے منانی ہے کیونکہ حقیقت میں اسواے یا رجلہ موجودات کے اثرات کو دل سے زائل اور فنا کرنے کا ہام عشق
ہے۔ چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ نَاسُ الشَّوْقِ تُذَيِّبُ النَّفُوسِ۔ بقول مولانا مہ

عشق آل شعلہ ست کو چوں بروخت ہرج بزم عشوون باقی جلد سوخت

چنانچہ تبرد و نہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ آنکھوں کو سی لوڑا بند کر لو۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرع
باڑ کی آنکھیں جب سی دستے ہیں تو وہ کسی کو نہیں دیکھتا۔ اسی طرح تم اپنی آنکھیں سوزن مجت سے سی لو
یعنی یا پر پر مائل اور اغیار سے غافل رہو اور خلق میں کسی صورت کو ایسی رغبت سے نہ دیکھوں کا تعجب دل
میں جاگزیں ہو۔ پس خلا ہر خلق میں ہر چیز کو دیکھو مگر فی الحقیقت بجز ایک کے سبے نہ آشنا رہے۔
اس ارادتمند نے باوجود یہ کہ اس وقت حواس باختہ تھا مگر بکمال عجز و نیاز عرض کیا کہ مولا نے من
جس طرح مجھ نا ایں کو حضور نے اپنی گرانقدہ عنایت سے سرفراز کیا ہے۔ اسی طرع یہ توفین بھی مرمت ہو کہ
بجز اپ کے کسی اور کوئی دیکھوں۔ ورنہ میں نہ اس پر دش کا سزاوار تھا اور نہ اس کی طاقت ہے کہ اس
اہم ترین حکم کی تعمیل کا ارادہ بھی کروں۔ لیکن اپ کے کرم سے اس کا یقین داثق ہے کہ
آس از تفافل تو مشکل مشکل زعنایت تو آس اس

حضور تبلہ عالم نے خوش ہو کر کاس غلام کو پھر سینہ سے لگایا۔ اور اپنی مستعمل رضاۓ مرمت اور
ارشاد چو۔ اگھر از نہیں۔ بیٹھو۔ الشہزادہ ہے۔“

داقعہ مصہد بالا کے اسرار بالی سے ہم خلا ہر بیوں کو واقعیت تو ہو نہیں سکتی البتہ یہ اپنی آنکھوں
سے دیکھا کہ جب ۲۳ فروری میں شیدا میاں نے عالم بقا کی جانب رحلت فرمائی تو سرکاری فرقہ کی طرح انکی
تجھیز و تکفین علی میں آئی جیسا کہ انہوں نے خود انتقال سے چند روز قبل وصیت فرمائی تھی۔ اور ان کے
جملہ لوازماں یعنی لنگوٹ تہبند وغیرہ جو عطا یہ تھے حضرت مرشد پاک کے مختلف بکسوں سے ان کے
رمائنا گئے اور فرمائیں کیئے گئے۔

دریں تدریس انکی تصنیفات پر سرسراً نظر دلئے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تفسیر، فقہ، حدیث علم الکلام وغیرہ پر عبور حاصل تھا۔ وہ آیات قرآنی، احادیث اور اقوال صوفیائے کبار کو مٹھیوں کی طرح اپنی تحریر دلیں ہیں پر ورنے پلے جاتے ہیں کسی مصنون پر بحث کرتے ہیں تو یہ اندراز ہوتا ہے کہ اس نہمنوں کے ہر پہلو پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں۔ جزو جزو ذمکتہ کو بھی نظر انداز نہیں کرتے ہیں بلکہ کروزنگریہ ان کا ہوتا ہے وہ پڑھنے والے کے قلب پر آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ اب ہم ان کا اپنا بیان دریٹا کرے مقلع نقل کرتے ہیں۔ "بلوغ المرام" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"ادال عمر سے محمد کو ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا جنیں کسی نہ کسی قسم کی خصوصیت ہوا وہ کس غیر معمولی شوق کا بظاہر سبب یہ تھا کہ ان لوگوں کے نظر مخالفت میں میری نشود نہما ہوئی جن کو دیکھنے تدریس سے خاص لذپیتی تھی۔ لہذا اگر سعدی علیہ الرحمۃ کا حکم فنا ہو کر یہ عرض کروں تو شاید بے جا نہ ہو گا۔

جمال ہم نہیں در من اش کرد و گرنہ من ہماں حاکم کہ ستم

پھر خوبیِ قسمت سے بعض مقدس و خدار سیدہ حضرات کی خدمت میں بھی حاضر باشی کا مشرف حاصل ہوتا رہا۔ اور ان کے بہترین کلمات اور مفید ہدایات سے کافی تفہیم ہو لگئے اور بھی کسی کتاب کی جا۔ ان کا اشارہ پایا تو بالاستیعاً بُ اس کا بھی مطالعہ ضرور کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد مجھے یہ بفتاہت کو اس انہاک کتبہ میں کاثرہ یہ ملایا یوں کہہ کر ان برگزیدہ ہستیوں کے فیضان و تصرف سے یققہہ حل ہوا کہ بجمال حرم و تین یہ سمجھیں آیا کہ کتاب الشداد لخبر رسول کریم علیہ التحتہ ولتسلیم کے بعد وہ کتاب میں جو قلب کو اطمینان اور روح کو غذا ہوئی چاہی اور انسان کے اخلاق و عادات کو درست کرنی ہیں اور جن کی مردن گردانی کرنے سے معاشرت کے صحیح اصول معلوم ہوتے ہیں وہ صرف حضرات صوفیائے کلام اور اولیائے عالم کی مستند تھانیت اور مقدس مطلع خدا اور ان کی پاکیزہ زندگی کی داستانیں ہیں۔

چنانچہ تیزخ شاہر ہے کہ اگر ارادت و مودت سے قلب معمور ہے تو ان برگزیدہ ہستیوں کی بالمنی محبت سے بھی انسان کا میاپ اور فائز المرام ہو سکتا ہے۔ بقول ۵

گرور سرت ہوائی دمال است حافظاً با یہ کہ خاک در گہ اہل بصر شوی

اس خیال کے جاگزین ہونے کے بعد بجز رسائل تصنیف و تکھی اور ارباب تصور کے ارشادات قدسیہ اور شاہیں برضیہ پڑھنے کے دوسرے مخاہیں کی کتابوں سے قطعی دلچسپی نہ رہی ۵

خون رستاخیز از قلب نظاہی موحد
لطف پیری فروشان را پناہے سافتم
حی کہ اسی انہاک کی وجہ سے کتب مدیہ کا بہن بھی چھوٹ لگی۔ اور میری اُس ناتمام تعلیم کا ملہ
منقطع ہو گیا جس کا ذکر اور پر کرچکا ہوں۔

میری زندگی کے اس دوسرے دور میں صوفیائے با صفائی علمت دجالت کا ایسا اگر لا شرپا کر
ان کے ساتھ عقیدت روز افزوں ہونے لگی۔ اور درحقیقت یہی قول و انہاک اس رسالہ کی تائیف کا
حقیقی سبب ہوا اور خیال کیا ہے

ہمیں بس گر جہ من کا سد مقاشم کہ درملک خردار انش باشم

در نہ تصور ہے اعلیٰ اور روحاں فن میں قلم اٹھانے کی جارت ہرگز نہ کرتا۔ کیونکہ مسلم ہے
کہ انسان جس کو پھر سے داشتی ہے خبر اور قلمی نا آشنا ہو۔ اس کی طرف قدم بڑھانے کا اقدام کرنا اس کے
جہل کا صریح ثبوت اور اس کی نادانی کی بین دلیل ہے۔ بقول ہے

نہ شوی واقفِ یک نکتہ را سرا بجود گرچہ سرگشته شوی دائرة امکان

چنانچہ میری نادانی کا انہما رہ میری اس بے جا دست امدازی سے بخوبی ہوتا ہے کہ باوجود
الودہ محیاں اور منہک دنیا کے دوں ہونے کے۔ اس خدائی علم اور فن دہبی کے۔ اسرار مکونوں پر
حاشیہ نویسی کیلئے تیار ہو گیا۔ حالانکہ اپنی اس حماقت پر کسی وقت نہ است بھی ہوتی ہے۔ اور بھتائیں
کہ شاید اس مشہور مقولہ کا مصداق کرنی نہ ہو گا ع

بارگراں کجا دمن نا تو ان کجبا!

ای تحر کا نتیجہ تھا کہ جب ۲۳ محرم میں مرشد پاک نے پرده کیا تو برادران طریقت میں جنکی
تعداد بے شمار تھی اکابرین اور برگزیدہ حضرات کی نظری سلسلہ کی تعلیم اور حالات قلم بند کرنے کیلئے
آپ ہی پرپڑیں جیسا کہ حیات و ارش کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔

”یکم صفر ۲۳ محرم کو جب مرشد برحق ہادی طلق خضر صحراء سے طریقت آشنا کے بھر حقیقت،
امام الاولیاء الحنفی، ابوالوقت دعالم پناہ حضرت حاجی حافظ سید وارثہ علی شاہ عظیم اللہ
ذکرہ نے پرده فرمایا تو میرے صادق مری ماجی الحرمین جانب شاہ مفضل حسین صاحب دارالذیں
سجادہ حضرت شاہ ولایت محمد عبد المنعم

قادری کنزِ المعرفت میلہ الرحمت نے شاید اس دو راندہیشی کے لحاظ سے کشمکش ہو گیا ہے، مبادا کہیں دیکھ مسائل
مشربی میں بھی بجائے اتحاد کے صورت اختلاف رومانہ ہو، اور ربیع الثانی کو بعد اغ فاتحہ حضرت غوث القلین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میں خصلت طلب ہوا تو ارشاد فرمایا کہ: بیٹھو اور بگوش ہر ہش سوکھ وقت بہت نازک
الگیا ہے اس لیے بقدر امکان کو شش کرو کہ چارے رہنمائے کال کے متاز طالات اور مقدس واقعات
اور مفید ہدایات و ارشادات جو اکثر حجا بساعت حاضرین میں نہیں اور گو شہ خاطر خدام بائیکین میں پہنچا
میں، لہذا حذر درت اس کی ہے کہ وہ گوہ صد سینہ زیب آج سینہ ہو جائیں ناکہ اس مجموعہ کی درن اور دنی سے
بم حلقة بگوش سبع آموز ہوں، اور وہی مکمل مجموعہ ہمارے ملک کا سبق دستور اعلیٰ اور مستند فتاویٰ بھی ہو گا
جس سے غلامان فارثی اپنے مشربی قبود و شرائط معلوم کریں گے، اور آئندہ نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گی
لیکن ضعف بھارت سے مجبور ہوں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم اس مجموعہ کو تپار کرو۔
میں نے بکمال ادب عرض کیا کہ آپ کے حکم کی تعییل میرے لئے باعثِ سعادت ہے بلکہ انہوں نے
شہزادی نویسی کی اہمیت ہے اور نہ اپنی ضمیعت اور محدود دعوات اس لائن کا بھی گرانقدر خدمت بجا لانے
کی جبارت کروں۔ بقول ع

ہار گراں کب ا و من نا تو ان کب

مددح الشان نے میری بہت افرزائی کے خیال سے فرمایا کہ تمہاری قابل معلومات کی اس طرح تجھیں
بھی ہو سکتی ہے کہ یہ نوسا بوجا کہ یہ فقیر اپنے آفائے محترم ذافضل والکرم سے آٹھ سال عمر میں جو ٹھہرے بھج کو
یاد ہے کہ جب سرکار عالم بناہ مہرے بڑے بڑے چمبا سے قرآن مجید حفظ فرمائے تھے تو میں اس وقت شاید بارہ
تم ٹڑھتا تھا۔ آپ ایک سال میں حافظ ہو گئے اور میں ناظرہ خواہ بی رہا۔ اس وقت سے آپ کے طالات
و واقعات کا بقدر حیثیت بخوبی کو ظلم ہے اور علی بذاتِ حق کے اکثر لمغزیات بھی صفحہ بارہ میں نہ ہوتے ہیں، جن سے تم
فادہ اٹھا سکتے ہو اور یہی یاد رکھو کہ جس قدر سیرت ولادتی کھنٹے میں آج تم کو آسانی ہو گی، اسی قدر بعد
میرے دشواریاں پیش آئیں گی۔

میں نے دست بستہ عرض کیا کہ آپ کا یہ ارشاد وہیت دست بستے کے تسلیل اور صحبت کے ساتھ حصہ
کے سفوہ حضر کے ملالات سے باخبر صرف آپ کی ذات ہے بلکہ مالت یہ ہے کہ جب تے آفائے ناہار کے
دیدار ناظری سے محمود ہوا ہوں کسی کام سے دل بستگی نہیں۔ ویا غ سطل و بیکار ہے، لہذا متد عی
ہوں کہ نہ رُزی ملت مرحمت ہو۔ تاکہ لہمان سے آپ کے فرمان کی تعییل کروں۔

خاب شاہ صاحب قبلہ نے آبدیدہ ہو کر زماں ایسا یحکم کیتے ہو کہ اس کام کا بغیر لہمان کا ل خوش طوبی

ہے انجام پانا مل ہے۔ غیرِ مرضی مولا از ہمہ اولی۔ ہم بھی چنان سحری ہیں معلوم نہیں سائیں کو کیا منتظر ہے۔
اس قصہ کو صرف پانچ ماہ نزدے تھے کہ ۱۹ ماہ رمضان المبارک تسلیہ جو گری کو مالک حقیقی نے
شاہ صاحب مدرج کو دوست مالم تیس بمالیا، خانچہ آپ کے وصال کی تاریخ یہ ہے:-

بودن میں دعن پرست درفت تائید ہمہ روش از مہد
سال ہجری نونت اگست ۱۹۷۳ آئینہ حسین ششم عہد

۲۲

۱۳

افوس جناب شاہ صاحب قبل کے بعد ہر کوئی ایسا شفیق ناصح نہ رہا جو اس مشربی خدمت کے
واسطے حما نا کیہ فرماتا

اپنے برگزیدہ اکابرین کی آرزو کس طرح پوری کی۔ اس کی تصدیق حالات و ارشاد مہماں العثیرہ
بلوغ المرام اور خلاصۃ اللوک کے مطالعے اُٹکتی ہے۔

حلیہ میا نہ اندام کتابی چہرہ۔ بُجھی آنکھیں۔ کشادہ چینی۔ بدن چھپرہ مائل بخافت۔ سُدھل عضنا
شانے بازو بھرے ہوئے۔ سر کے بال تا بہ نرمہ گوش دراز۔ بُجھیں بڑی۔ جھوٹی۔ لہاس کرہ یا تمیص پنجاب
پتلی مہری کا۔ شیر دانی۔ مزاج میں سادگی اور مرمت بے انتہا۔ وضع کی پابندی بدرجہ کمال۔ دُڑھی کی
وضع قلندرانہ بینی گھٹی ہوئی گویا یہ انداز پر دھقا انتہائے خطر کا جوان پر جھپٹا یا ہوا اور جس میں وہ ڈوبے
ہوئے تھے۔ دل بیار دست بکار کا معمون تھا۔

امتناع سجادہ نشینی کے حکم کو رو بکار لانے میں انہوں نے انتہائی جدوجہد کی۔ اس اعلیٰ
کو عملی جامد پہنچانے کے لئے درگاہ وارثی ایسوی ایشن کی بنیاد رکھی! اس مہم کی انجام دہی میں محمود یاں مشریک ہے
۱۹۷۴ء میں منجانب ایسوی ایشن عدالت ڈسٹرکٹ جج لکھنؤ حسب دفعہ ۹۶ ضابطہ دیوانی
مقبرہ سریف کو وقف عام کرانے اور تین سجادوں کا دعویٰ دائرہ اجس کا فیصلہ بحق ایسوی ایشن، ۱۹۷۴ء
میں منجانب عدالت ڈسٹرکٹ کمشنر صاحب لکھنؤ نافذ ہوا جس پر عملدرآ مظاہر اور ملے ہے۔ مفت مدد کی
پیروی میں جس طرح آپ سرگردان رہے اس کی حقیقت وہی حضرات بان سکتے ہیں جنہیں مقدمات کی
پیروی کا تجربہ ہو گا۔ اس اہم کام کے ساتھ آستانہ کی تعمیر کا کام بھی دونوں حضرات کی نگرانی میں انجام
پا رہا تھا اور جس کا دعا و فریزی اور اہتمام کے ساتھ انہوں نے ان فرائض کو انجام دیا ہے آستانہ کی عناصر
اور اس کے تعلق جو دیسیں قطعات زمین کے مال کئے گئے ہیں ان کی محنت پر شاہد عادل ہیں۔

طادہ برس آستانہ کی مہوہت کی تنظیم۔ ماہانہ اور سالانہ و روزانہ تعاریف عرس و مولود شریعت وغیرہ کا نظم
سب انہیں کا قائم کیا ہوا ہے۔

مرشدِ رحمت کے پردہ کرنے کے بعد ملامِ متسلین سلسلہ کو طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا
پڑا۔ ایک محدود جماعت نے سجادگی پر زور دیا۔ کچھ دونوں کے لئے سید ابراہیم صاحب مرحوم اس
منصب پر تکن بھی ہو گئے، لیکن ایک پڑی جماعت اس کا رروائی کو خلاف مشربِ سمجھتی رہی۔ اس کی وجہ
کے خیالات کو علی جامہ پہنلنے کے لئے ایک بالغ نظر دور اندیش اور آفریقی شخصیت کی ضرورت تھی۔
اور قدمت نے یہ سب خوبیاں شید امیاں کی ذات میں جمع کر دی تھیں۔ وہ آگے بڑھتے اور تنہا انہوں نے
اس بارگراں کو لپٹنے کے ہوں پڑا خالما۔

وضع عدالتی وضع قطعی طرزِ معاشرت بس خوش خلقی کا جوانہ از عنفوان شباب میں تھا اسی کو آخر
تمکن نباہے رہے جس شہر میں گئے اور جن لوگوں سے پہلی بار مٹے پھر جب اس شہر میں اس مقام پر جامہ ہوا اسی
ترتیب سے ان سب ملنے والوں سے ملنے۔ جس سے ایک بار سلوک لیا۔ پھر جب کبھی وہ آیا ویسا ہی
سلوک برابر کرتے رہے۔ نہایت مبنی مکھ خوش مزاج اور شیریں گفتار تھے۔ انہمار مزاج میں اس قدر تھا کہ
اگر کسی نے بالثانیہ سخت کلامی بھی کی تو خندہ پیشانی سے سہنس کر جواب دیا۔ اور اس طرح اسے اپنا گروینڈ بنایا۔
جنہیں آستانہ کے معاملائی تہذیب بہت بھی فاقہت ہے وہ جانتے ہیں کہ آستانہ عالمیہ کی تمام
سرگرمیوں کے شروع کرنے بڑھانے اور مکمل کرنے کا سہرا عرف شید امیاں اور انکے دست راست مجھے دیا
کے سر تاقیامت بندھا رہے گا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی زندگی انہیں سرگرمیوں کی انعام دی ہیں
صرف کردی جس کی خفتر رو داد جہاں تک شید امیاں کا تعلق ہے یہ ہے:-

شمس الدین میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۷ھ سے یکم صفر ۱۳۰۴ھ تک حضوری میں حاضر باشی کا ختم حاصل کا
چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ تیرہ چودہ برس کی عمر سے حالات میمت حافظہ میں محفوظ ہیں۔ ۱۳۰۴ھ میں
رشد پاک نے پردہ کیا۔ اس وقت سے تادم واپسیں دیوبہ شریعت میں فرائض کی انعام دہی میں منہج
رہے۔ گویا اذ مهد تاحد آپنی ساری زندگی سرکارداری کے سائیہ مالحفت میں گزار دی۔ والدین کے انتقال
کے بعد شید امیاں کے ایک بھائی تھے جن کا انتقال بہت دن پہلے ہو چکا تھا۔ پیشوں کے فریضہ سے
بھی انہیں اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ خود مجرد تھے جھوہر تھے۔ صالح تھے۔ تہبند انہیں ان سڑائیوں کے تھے
عطاؤ ہو چکا تھا کہ جس وضع اور طریقہ پر ہوا کی پر قائم رہو۔ چنانچہ اسی لباس اور وضع میں بسراں اللہ

سیرہ النبی سیرتہ اللہ سے منازل مرشد بحق نہ اپنے کرم سے ملے کروادے سمع
ترک، نیا۔ ترک معنیے۔ ترک مولا۔ ترک کی سرحدیں پار کروادی تھیں۔ ان کی زندگی باہم
اور بے ہم کی آئینہ دار تھی۔ ظاہری صورت دنیا داروں جیسی تھی اور باطن میں وہ مدارج علیاً تھیں
ماں تھے جن کا صحیح اندازہ کرنا ہم ظاہر بینوں کی قدرت سے باہر ہے۔ ۱۸۹۲ء میں مشہد مقدس بننا
مشریف، گردانے معللے اور شجفت اشرف اور دیگر اماکن مقدسہ کی زیارت کا حکم ہوا۔ واپسی پر ایک
سند خلافت کی خانقاہ قادریہ سے اور ایک سند جاروب کشی کے لیے چالیس روزہ بک حضرت سید الشہداء
کے مزار پر لے کر حاضر ہوئے۔ مرشد پاک نے خلافت کی سند کے متعلق تو حکم دیا کہ اسے آگ میں الٰہ
اور جادوب کشی کی سند کے لئے حکم ہوا کہ اسے محفوظ رکھو اور قبریں اپنے ساتھے جانا۔ چنانچہ اسی زم
کا تمذکرہ حیات میں موجود ہو ہوئا۔

۱۸۹۳ء کا یہ واقعہ ہے کہ مشہد مقدس (خراسان) میں بھکری معلوم ہوا کہ آغا عبد العلی
اشمار غفری جو پہلے یہاں کے ناظم تو شک نہ مانتے۔ اور اب بوجہ پیری خانہ نشین ہیں۔ وہ سرکار عالم اُن
کے مخصوص حلقوں میں یہ سن کے شوق ہوا کہ ان سے ملاقات ضرور کرنا چاہئے۔ مگر جامع لتفقین
نے یہ سامان کر دیا کہ اسی روز اور اسی خادم آستانہ اقدس نے جن سے صحیح کو ان کا ذکر کیا تھا عصر کے
بعد یہ خبروں کی کہ اس وقت آغاز ناظم روضہ اللہ پر حاضر ہوئے ہیں میں فوراً گیا۔ اور موصوف سے ملا
اور انہوں نے سلام کا جواب بھی پڑھنے پڑیا اور غیر اذیں صورت دیکھی تو چہرے پر کچھ آثار
تجمیر نظر آئے۔ میں نے خود اپنا تعارف ان الفاظ میں کیا کہ باوجود یہ کہ ناشا ضرور ہوں۔ مگر اس خصوصیت
کی وجہ سے ملے آتا کہ میں بھی اسی بارگاہ عالی کا ادنی غلام ہوں جس کے قدیم ارادتمندوں میں
آس کا شمار ہے۔ موصوف نے بھال محبت معاشرہ کیا اور نام و نشان سن کے فرمایا کہ یہاں سیکنڈوں
اگر تعلیف نہ ہو تو مکان پر چلتے۔ میں نے غذر کیا کہ میری عاصری کا وقت قریب ہے۔ کل حاضر ہوں گا
کہا اچھا۔ مگر چلائے وہیں پنا ہو گی۔

دوسرے روز میں گیا تو ان کو منتظر پایا۔ پشفقت معاشرہ کیا اور ایران میں سرکار عالم پناہ کی
تشريع آوری کا ذکر کرنے لگے۔ اسی اشمار میں خادم چلائے اور ناشہ لایا۔ مددوح نے اپنے انتخے
بناؤ کر ایک فنجان مجھ کر دیا۔ اور خدا اسی مذکورہ میں مصروف ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ چائے سے
دشکش کیوں ہیں فرمایا۔ معذور ہوں۔ میں نے سبب معذوری پڑھا تو کہا تو عرض کرنا ہوں وہ سبب یہی

کہ دیگر واردات قلبی کے بعد جب داخل سلسلہ ہو چکا تو مجھے چار دن تک حملتے دیکھ کر ایک روز حضور قبلہ عالم نے زایا کہ تم کثیر الغذا کب سے ہو؟ عرض کیا کہ آب و ہوا کے اثر سے بہاں ہر خوش زیادہ کھانا ہے اور ہم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ شکر سیری سے جس طبعِ شدید میں اضافہ ہوتا ہے اسی طبع مالا سب خدا کی دعائی ترنی کے داسٹے سدرہ ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے گریگی مغیب اور معین الحال ہوتی ہے جانپوشہ مقول ہے، **الْجُرْعُ يَصْنَعُ الْفُؤَادَ وَخَيْرُهُتُ الْهَوَا إِذْ يُرْهِثُ الْعِلْمَ** لہ جوں قلب کو صاف اور ہوا و حرص کو زائل اور علم کو پیدا کرتی ہے۔

میں نے عرض کیا جو حکم ہو۔ فرمایا کچھ عرصہ تک تم مسلسل روزہ رکھو۔ آئندہ خدا کو جو منظور ہو گا وہ کرنا مگر گھر ناہیں۔

اس روزتے میں روزہ رکھنے لگا۔ تین سال کے بعد جب ایمان کو پھر آپ کی تشریف آوری سے عزتِ ماحصل ہوئی تو مجھ کو صائم دیکھ کر فرمایا کہ عبد العلی۔ روزہ رکھنے سے کوئی تخلیف تو نہیں ہے؟ عرض کیا تخلیف کسی افطار کے بعد تفریح ہوتی ہے۔ یہ سن کے مجھے قریب بلا یا اورشل سلطان الا ذکار تعلیم فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ تم دا کم الصوم ہو جاؤ۔

اس روز سے دنوں کام کرتا ہوں اور حضور کی عنایت سے آج تک کوئی روزہ بھی قضا نہیں ہوا۔ اور اشتعل سلطان الا ذکار کا بھی ہماری ہے۔ اور اسی جہت سے ردعہ انور کی اس مناز خدمت سے مستثنی ہو گیا ہوں کہ ہبہ وقت انتظام اور انصرام کی مصروفیت میں تفریغ خاطر ہونا و شوار بلکہ محال معلوم ہوا۔ سفر عراق کے بیان میں، اُنکے چل کر کہتے ہیں:-

۱۳ اس تھیروں میں حضور نے سفر عراق کی جب اشارت فرمائی تو یہ بھی حکم ہوا کہ مجھٹ اشوف پہنچنا تو بادیِ الاسلام میں دنجھٹ ڈھونڈنا اور بادن بیگنے دنجھٹ اور بادن موئے نجھٹ کے ہمارے بیئے لانا۔ جب ہدایت ایسا ہی کیا اور بعد وہی سی جب ہر دو قسم کے بیگنے پیش کئے تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ موئے نجھٹ تو لائے تھے تھوڑی تھوڑی نجھٹ ہی دیکھی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ دیکھتا کیا تصویر نجھٹ کا نام تھی نہیں سنا اور ن تصویر نجھٹ کی حقیقت معلوم ہے۔ فرمایا جس طرح موئے نجھٹ ہیں ایں دیکھائی دیتے ہیں اور اس کو موئے نجھٹ کہتے ہو اسی طرح بیگنے میں شیر خدا کی شبیہ دکھائی دیتی ہے کہ آپ کھڑے ہیں اور دوال فقار ہمہ تھیں ہے۔ اور اسی کو تصویر نجھٹ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے تقدیر نجھٹ دیکھی تھی۔ اس وقت جا ب حضرت نے پیچی نظر کے آہ سرد کے ساتھ فرمایا کہ اسی کو دیکھ کر تو یہ حال ہوا۔

بگو نیزے والد ماجد بھی کہتے تھے کہ بعد مراجعت سفر جاڑ حصہ قبلہ عالم نے وقتاً فتوّاز یا رست
جتن اشرف کا جب ذکر فرمایا تو آپ کی تقریر کے اکثر اشاعت میں یہ مترشح ہوتا تھا کہ آپ کی تکمیل ہرجن
ادیسیتے بخخت اشرفت میں مولائے کائنات کے رو حالی تصرفات سے ہوئی اور اس کا بھی اشارہ ہوا کہ
کربلا میں تمہارے دادا صاحب رفلے اتم وسلم کامل ہیں ان کی قطیعہ سے مستفید ہو۔

فران سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرح محمد بیگ صاحب کی اولاد بھی مرشد پاک کے سلسلے میں عمل
ہونی گئی اور کوئی متنفس بھی ان کے خاندان میں ایسا نہ رہا جسے شرف بعیت سرکار عالم پناہ کا مامن نہ ہو
جیسا کہ ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے ۔

چنانچہ میں نے اپنی والدہ کو حصہ کی تشریف آوری کے خیال میں اس طرح مصروف دیکھا ہے
کہ ان کا معمول تھا ہر روز بعد نماز فجر اس کمرہ کو نساف کرتی تھیں جس میں آپ کا بستر ہمیشہ بچا رہتا تھا۔ جب
لوبان یا اگر کی بھی جلا کر کمرہ کا دروازہ بند کر دیتیں تو پھر آپ کی افطاری کا سامان آ لو۔ اروہی۔ شکر قند وغیرہ
کو دیکھتیں جو جیز خراب ہو جاتی اس کو نکال کر دوسرا منگا کر کھو دیتیں۔ لمحہ کے ہنگ جو پیش نظر آسکتے تھے
ان کو ہٹاؤ کا جاتا کیوں کہ حضور کو ہنگ کا دریکھنا بھی ناگوار تھا۔ اکثر سہ پر کو حضور کے دامنے افطاری اس سرگرمی سے
پکاتیں کہ مطموم ہوتا تھا آپ تشریف فرمائیں احمد یا ان کی خادمیت میں مصروف ہیں جب مات ہو جاتی تو اپنے
ہو جاتیں اور دیکھتیں کہ سرکار نہیں آئنگے۔

دُنیا و اپنی سے دست بردار ہو کر شیدا میاں نے ساری زندگی دیوبہ مشریف میں گزاری۔ جہاں
اپنی رہائش کیلئے انہوں نے ایک بخوبی مکان بنایا تھا جس کی کل کائنات ایک کمرے ایک بڑی میں
ادھ چند کوٹھروں پر مشتمل تھی۔ یہ مکان اب بھی قائم ہے اور اسی کے صحن میں انکام زار ہے۔ اپنی ساری
جانما و آبادی انہوں نے آستانہ پر وقفت کر دی ہے۔ اس جانمادی میں چند مکان شال تھے جو لکھنؤ کے مشہور
 محلہ راجہ بانار میں واقع ہیں۔

شیدا میاں کی تصنیف شیدا میاں کی تصنیف میں خلاصہ السلوك۔ بلوغ الملام جیا شادث
اور منزان العشقیہ فی ارشاد الوارثانہایت پایہ کی کتابیں ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہونا ہے کہ یہ
صاحبِ دل صاحب مقام کے کوئی مایی ان مباحث پر اس طرح نہیں کہہ سکتا تھا جس طرح انہوں نے لکھا ہے
سلوک کے مقامات اور نکات بیان کرنا صونیا ہی کام ہے۔ چنانچہ ہم بحکمت میں جو کتابیں اور یاۓ عظام
تصنیف کی ہیں وہ مقبول ہیں۔ ثلاؤ میاء العلم۔ کیمیاء سعادت۔ عوارف المعرف۔ کشف المحب

رسالہ قشیرہ۔ کتاب المائتی مولانا سعید وغیرہ۔ شید امیاں کی تسانیف کاشماریہ صوفیاں متأخرین کی تسانیف میں ہونا چاہئے۔

خلافۃ السلوک خلاصۃ السلوک ان کی پہلی تصنیف ہے۔ اس میں حمد و نست کا پڑا یہ میان دوسرے اور جذب بات سے ہجرا ہواستے توحید کی انہوں نے حسب ذیل تفصیلیں پیش کی ہیں۔

توحید شریعت۔ توحید طریقت۔ توحید حقیقت۔ توحید معرفت۔ توحید ازالی۔ توحید ذاتی۔ توحید قدیمی۔ توحید الہی۔ توحید ظلی۔ توحید عینی۔ توحید شہودی۔ توحید وجودی۔ توحید شرعی۔ توحید ظلی۔ توحید کشفی۔ توحید استدلالی۔ توحید حادی۔ توحید ذوالجلالی۔ توحید مثالی۔ تفصیل کے ہر چند و کرہنا یہ آسان مل رائہ سے زمان نشین کرنے کی کوشش کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں تو حید تکملہ امیان کا نام ہے اور یہ مفرہ میں خاص کا مقام ہے۔ اور موحد کو کمال توحید کے بعد مرتبہ اتحاد ہا فضیل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہاعتبار نہ مم تو حید خلوت اتحاد شایبہ مختلف سے پاک ہے۔ اللہ جل جلالہ کے بھرپار گانی میں غرق ہو کر موحد کا جانب ہے وہی التفات ہٹلتے ہیں جس کو ایک ہونا پکتے ہیں۔

در آئینہ وحدت چند لگنے نظر کر دم اور اہم اور دیرم خود را بہم اور دیرم اس کے بعد صدر وحدت ہے۔ اتحاد اور وحدت میں یہ فرق ہے کہ اتحاد کے معنی ایک ہونا ہیں جس میں کسی قدر بوئے کثرت آتی ہے۔ اور وحدت میں یہ تکلیف بھی ہیں۔ ہے۔ مقام وحدت میں کتنی حرکت۔ ذکر فکر قصیر سلوک ملکب۔ طالب کمال۔ نقصان نہ نام و نشان نہیں ہے۔ مقامات وحدت میں کتنی حرکت۔ ذکر فکر قصیر سلوک ملکب۔ طالب کمال۔ نقصان نہ نام و نشان نہیں ہے۔ مقامات توحید کے بعد ترک و نیا۔ ترک خوبی۔ ترک سول۔ ترک نزک جمع و تفرقہ۔ نزا و بغا کے منازل بتلائے گئے ہیں۔ ذکر چہار ضربی۔ حدادی۔ سدی۔ پاس انفاس۔ صبیں دم کے طریقے معافانہ انہاز سے قلبمند کئے گئے ہیں۔ تصور شیخ احمد ذکر سلطان الاذ کا رس طرح برترے باتے ہیں تفصیل کے ساتھ مجاہد گیا ہے۔ چنانچہ لاحظہ ہوہ

تصویر صحیح آسان طریقہ یہ ہے کہ طالب کو لازم ہے کہ پہلے نگ و تاریک مکان میں نہیں اور بالہ درست و نمازو قبلہ و بھوک صورت شیخ کا تصور کرے۔ اور اگر کسی کا دست گرفتہ ہو تو مجبوڑ جس سے ربط محبت یا تعلق عشق جانی ہواں کا تصور کرے گر مسلم البثوت ہے کہ ماہ طریقت میں الہ کسب کو بغیر و سالمت مرشد فینں محبیں اور عرصہ میں عاصل ہوتے ہیں۔

محفظین حضرات صوفیہ نے تصور کے قواعد مختلف طور پر ارتقا م فرمائے ہیں۔ انہیں جس سے ایک

ایک طریقہ اختیار کرے۔ لیکن بہت آسان اور مفید طریقہ ایک یہ ہے کہ جلد تعلقات عالم سے قلب کر صاف کرے اور یکسوں اور محبت خاطر کے ساتھ صورت شیخ کا خیال کرے اور جب صورت فتح مسحکم طور سے خیال میں آجائے تو فوراً اس خیال کے اپنے قلب کی جانب متوجہ ہو اور حشیم دل سے جلد مرشد کاظمارہ کرے اگر طلب صادق اور شوق کامل ہے تو اس طریقہ سے بہت جلد طالب کو تصور کرنے میں کامیابی ہو گی کیونکہ یہ طریقہ اکثر خطاں کو روکتا ہے۔ اور بہتر ہو گا کہ تصور کرنے میں آنکھیں بند نہ کیجائیں جس کا فائدہ آگے محسوس ہو گا۔ اگر اس میں کوئی دشواری ہے تو اسی قدر کہ قلب کی جانب متوجہ ہو اور حشیم دل سے بزرخ شیخ کاظمارہ کرے۔ لیکن فضل الہی شامل ہاں ہے تو کوئی مشکل ایسی نہیں جو کہ آسان نہ ہو۔ يقول

مرد ہاید کہ ہر اس ان نہ شود مشکل نیت کہ آسان نہ شود
اگر طالب شوق و محبت کے ساتھ سی اور کوشش کرے گا تو اُمید ہے کہ بہت جلد صورت شیخ
کا تصور فاہم ہونے لگیگا۔

سلطان کا استندا اور مفید طریقہ اس کے عمل کا یہ ہے کہ شاغل کو لازم ہے کہ جب شغل سلطان الاذکار
تشریع کرے تو رات ہو یا دن ایسے صحراء میں بو ترددات اور رجم مردمان سے محفوظ ہو۔ یا ایسے حجرہ میں جہاں
کسی کی اواز نہ آئی ہو سچی۔ اور تصور عملی یعنی طلب الہی بہرائی عجز و نیاز مطلوب حقیقی کی جانب میں پیش کرے
اور شوق و صالح حضرت ذوالجلال میں بھمال استقلال اپنے خیال کو درون دل اس طرح مجبوس کرے
کہ دیگر توهہات کا گزرنا ہو اور گوش دل کی جانب بغرونوں میں ہمہ تن متوجہ ہو اور جہاں تک ممکن ہو اس
تجہیں فکر کو کوشش کرے اور اس کی سی کرے کہ دوسرا خیال نہ آئے انشد اللہ اس کے بطون سے ایک
آواز لطیف پیدا ہو گی اس کو بغور نہیں۔ چنانچہ مولانا رادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہے

بلیش قمل است در دل نماز نہ لب غوش دل پر ازا و ادا
اُندی آواز بھن اوقات مثل جوش دیگ اور بھی آواز زبور کے ماتدا آتی ہے۔ چنانچہ کسی بنگ
کا قول ہے ۰

سخنہ با بانگ زبوران نماید چواند گوش گویہ کلام اد
ہمہ سالم گرفته آفتا بی زہ کو رے کہ میگویہ کدام اد
یا افزُن کر شاغل کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ میری اسی ہیکل جمانی میں ہے آواز محمد دو ہے بلکہ

یہ بھنا لازم ہے کہ اس صدائے نبی سے تمام عالم مل ہے۔ بقول ۔۔

برآ و رہبہ پسدارت از گوش صدائے واحد القہار میں نش

نمای آیدا ز حق بردا مرست چراشتی تو موقوت قیامت

تصویرِ اعلم معرفت کی مثال شہد غاص کے شاپ ہے جو کسی نظر فیں رکھا ہوا ہو۔ اگر کوئی اس اگبیں کے ایک قطرہ یا اس کو فرشتہ کر کے ذائقے سے فائز المرام ہو جائے تو اسے اس جیسے جو اس تکلف میں موجود ہے بقدر اپنی نہیں اور سالی کے واقفیت ہو جائے گی۔ فیہ شاشقاً عین شناس۔ بذکر
فضل اللہ یہ تھے یہ من یشاوَرَ الْذِينَ بَجَاهُوا فِيْنَا نَهْدِيْنَاهُمْ سَبُّلُنَا

پناہ مولا ناروم نے مشنی میں ارتاد فرا یابے کہ اگر جتھاۓ باطن میں سے ایک حس بھی بیدار ہو جاتی ہے تو دیگر جتھاۓ باطن بھی بیدار ہونے لگتی ہیں۔ خلاصہ السلوک کی غایت یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا یا پیر و اپنی رہنمائے باطن کو بیدار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

بلوغ المرام = ۲۹۶ صفحہ کی کتاب ہے۔ اس میں تصوف کے مختلف ۳۴ مقامات پر صوفیاً نے تجویز کیے ہیں اور انہیں کے ذیل میں صوفیاً کے عالی مقام کے احوال نقل گئے ہیں مشتمل نمونہ اخراج دامت بهم سماع اور محبت کے متعلق شید امیاں کے تبصرے پڑھ کرتے ہیں جن سے آپ کو ان کی اس اعلیٰ مندرجت کا کچھ اندازہ ہو جائے گا جو روحاں کیتیں ایسیں حاصل تھیں وہاں پر۔

سماع "حضرات محبین کے ایک سینیں السید اگر وہ نے صوات لمیہ کر بالانفان انعامات الہیہ میں شمار کیا ہے اس وہی سماع مستحناں صوفیہ کرام میں داخل ہے اور جواز سماع پر عرفان اہمیر کا اجماع ہے اور ملکہ ہے کہ سماع ارام دل و افقان سرو سینہ صادقان ندکے جان سائرال دروس الکان ہے بقول مولانا ہے

پس خاۓ عاشقاں آمد سماع کہ دراں باشد خیال ا جملع
تو نے گبہ رخیا لات ضمیر بلکہ صورت گرد و آں ہاگ صفیر

یکی اکثر علمائے شریعت و نیز ایک جماعت اہل طریقت کا عازم سماع سے اس بنیاد پر انفان نہیں ہے کہ سماع مثا لخین متأخرین کا وضع کر دہے۔ اس نئے بدعت میں داخل ہے حالاً کہ حضرت صرفیہ نے مختلف اسناد و دلائل سے جواز سماع میں گلگلوکی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ عقلاءً و فطلاً چونکہ

ساع مزاحم نہیں اس لئے مطلق نہ موم ہونہیں سکتا جو صاریحی مالت میں کشتل برداہمہ کا انزال ریاضت و مجاہدت کو ملال قلبِ اشکال نفوس سے ایسے اشکال پیدا ہوتے ہیں جن سے فتو اعمال و قصور احوال کا اندیشہ ہوتا ہے یا بعض اوقات سالک کو اشناہ سیر و سلوک میں وقفات و نیاز ایسے بھی رونما ہوتے ہیں جن کی جہت سے طریق ترقی احوال مسدود ہوتا ہے لیس آنکھ رعنائی کے دفعیہ کیلئے اطباء معانی نے آسان علاج ساع الحان تجویز فرمایا ہے کہ ساع اصوات بلیغہ و غذا کے متباہ سہ رائی مفہیم اور سر لیع التاثیر دوانے محک ہے جس کے استعمال سے سالک کی شدت شوق و حدت شفقت میں خاص ہیجان ہوتا ہے اور وہ ملے مقامات میں سرگرم اور ترقی درجات کے لئے کوشاں اور آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور وقفات و حبابات رفت ہو کر مزید فتحیاب ہوتا ہے یقیناً

دل وقت سلمع بُرَي ز دلدار برد جان ما بسرا پر دَه اسرار بَرَد

ایمان ز مردم مركبیت مردیح ترا بردار د و خوش بعالم پا ر برد

علاوه اس کے ساع میں وجہ عارف اور سببِ جبیت حال اس لحاظ سے بھی ہے کہ میکلنی نفس و ہوا و عقل روح پتھل ہے اور ہر ایک فوت کی ایک شخص غذا تھرر ہے اور ہر ایک فوت کی غذائی قوت نمائی کی ضمد ہے جسی غذا کے نفس سے ذہوا کو آرام نہ نہایت بنا سے نفس کو غبت ہے ذغای روزے عقل سرو و اور نہ غمای عقل سے روح کو سرو ہوتا ہے اور جب ایک فوت کو غذا پہنچتی ہے تو بے اختیار دسری توں میں انتشار پیا ہوتا ہے کیونکہ وہ غذا ان کی بلیت کے خلاف ہے اور ان کی شخصیں غذا کی ضمد ہوتی ہے اس وجہ سے اس لیے دجدانی میں آثار پرینٹ ان کا انہار ہوتا ہے۔ ہذا سالک را طریقت کے واسطے ایک غذا ایسی درکار ہے کہ جو ہر چہار قوت کی جبیت کا سبب اور تقویت کا باعث ہو اور اسی ایک غذا کی اکال الاشادر جامیں المقاد سے ہر ایک فوت اپنی اپنی مرغوب غذا مل کرے اور ضد بامی اور خصوصت درمیانی بہ سوت و آسانی رفع ہو جائے۔

چنانچہ محبوبی صفت آواز دل آدیز میں ہے کہ لحن خوش گوارہ کیک وقت ہر چہار قوت سے مطمئن اور کیاں طور پر مخطوط کرتا ہے کہ نفس کو بآشی کبھی سے راتی مال ہوتی ہے اور ہوا جانب استقامت مال ہوتی ہے عقل کو محل معنی سے شادمانی ہوتی ہے اور روح کو سوئے عالم اور اخراج اتفاقات ہوتا ہے۔ البتہ اگر ساع حسب مادت نفاذی اور بیان لذت شہوانی یا متصوفہ رکی کی سرف تعلیم سے ما بغرض عیش و طرب یا پہمیت کر دنات و منواعات ہو تو میں دبائل اور یقینی محل انکار اور ستمع لموم اور نیال کا رہو گا۔

اس واسطے ہادیان راہ طریقت نے بمنظرا ختیاط بکمال صراحت فرمایا ہے کہ ساعت کی تین قسمیں ہیں۔ اول ساعت عام جس کا اجتماع بذریعہ نفس ہوتا ہے اس کے چار مرتب ہیں طبعی و ہوائی و شہوانی اور بعینی یقظتی حمام ہے۔ دوم سمع خاص جو گوش دل سے سنتے ہیں۔ ان کے تین مارج ہیں۔ رجالی، غنی، علمی یہ ہر سہ پسندیدہ ہیں۔ سوم ساعت اخض جس کا بعض روح سے تعلق ہوتا ہے یہ سمع باعث کیفیت وجہت و جدھانی و سبب احوال روحاں سے ہے اور یہی ساعت حق ہے اور اسی کو ایک سنتے ہیں۔ چنانچہ انہیں موارد و ساعت کی نسبت شیخ ابو علی دقائق علیہ الرحمہ نے اپنے صحابہ کے مخاطب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے۔ *السَّمَاعُ حَرَامٌ عَلَى الْعَوَامِ لَا نَهُمْ بِكَمْعُونٍ يَخْيُرُونَ نُفُوسَهُمْ وَمُبَاحٌ لِلرُّهَادِ مِنْ أَرْبَابِ الْمُجَاهِدَاتِ وَمُسْتَحِبٌ لِأَصْحَابِ إِنَّمَا لِلَّهِ الْأَمْمَةُ*
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خلاصہ یہ کہ ساعت نی فسیہ محمود ہے لیکن لمحاظ حالات و اتفاقات کسی کے لئے اس کا استعمال نہیں ممکن ہوتا ہے اور کسی تو مستحسن و مبارک۔ اسی خیال سے حضرات صوفیہ کلام نے آداب ساعت منضبط فرمائی ہیں جن کی سثر الطاول غrous نیت اور اخوان صادق کی معیت، زبان و مکان و کام انداز منبع کے طاہریان کا سکون و وقار اور حرکات زواید و غصوں سے پرہیز ضروری ہے۔

اوہ اگر کسی ساعت کو آذار خوش ولطفیت سے ظولانست نہ حاصل ہو تو یہ حلامت ہے کہ دل اسکا مردہ اور اس کی ساعت باطنی مغلل ہے لہذا ساعت و غنا والحان کی ہادیان راہ طریقت نے بکمال شرح و بسط تعریف فرمائی ہے اور اس کے معناد و ضرر سے آگاہ کیا ہے۔

حُجَّتْ مُجَبَّتْ ”صَفَلَانْ صَوْفَیَہ مِیں عَبَّ صَادَقْ کی اس بالمنی کیفیت کو محبت کے نام سے تعبیر کرتے ہیں جو مطہالہ جمال یار کے لیے نلب کو مغضراً و مدد بے قرار کرے۔

انواعیت محبت کی نسبت ارباب طریقت نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ محبت شخص موربہ ہر جس کو نہ کسب و کوشش تعلق ہے مجد و جہد سے سروکار بغمول ائمہ احمدی میں موصاہد ہے
الْحَقُّ وَفَضْلُهُ بَقِيلٌ

محی خور کہ عاشقی ز کسب است مقیار ایں امداد سید ز ایلان قسمت
 ملی ہذا حضرات صوفیہ کرام نے علامات محبت کو چکمال همراهت ارجفام فرمایا ہے۔ چنانچہ بعض مقتدر مارفین نے تو گرفتار ان دام محبت کے علامات ظاہری محل الفاظ میں بیان کیے ہیں مثلاً ان الغیب

حضرت عافظ شیراز علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

روی نہ است داہ در دا کو د عاشقان را گواہ رنجوری

یا عارف باللہ حضرت شرف الدین بعلی شاہ قلندر قدس سرہ نے تھوڑی صراحت کے ساتھ اسی
معصوم کو یوں نظر فرمایا ہے

عاشقان را کشش نشان ہستا کپر آہ سرد و زنگ زرد و چشم تر
گرترا پر سند سر دیکھ کر ام کم خود کم لغتن و خفت حام
اور اکثر تھعین نے فرمایا کہ محبت صادق کی نیا نیا علامت اور کھلی ہوئی ایک نشانی ہے کہ محب
بجز من محبوب کے دوسرا طرف بھی التفات نہیں کرتا اور شوق و پدیں زبان وال سے کہتا ہے
گرچہ محبوبی دیگرے باز کھنم عن نک مُسْن تو کوہ موت ازد
لیکن شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ نے عمارت العارف میں ایک ملامت محبت کی
حسمیں معنوی کیفیات کا بھی ذکر ہے اس صراحت سے بیان فرمائی ہے کہ محب صادق کی مخصوص نشانی ہے
ہے کہ اس کا تلب لوث دنیا سے صاف اور اغراض آخرت سے پاک ہوا اور اس کو ما سرا یا کسی سے
سرد کارہنہ ہو۔ بقول ہے

عشق ای حیات جان نہ پڑ لٹتیست قبلہ ماست کوی تو کعبہ ماست روئی تو
او محبت کی علامت ایک ہی ہے کہ محب ذکر تھوب میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت نبی
کریم علیہ النجۃ و النیم کا ارشاد ہے کہ منْ احَبَ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكْرَهُ فَإِذَا دَرَأَيْ
سے خستہ ہو بلکہ اتنا طرب و شفیقی نمایاں ہوں۔ بقول ہے

ذکرِ مُؤنسی فی حُلْ حَیَّنَ

اہماً ایک ملامت محبت کی یہ ہی ہے کہ وصال محبوب و شاہد مطلب سے محب کے شوق میلت
اور اشتیان میں خفت نہ ہو بلکہ موہلس و مثابت سے شون راغی عَلَّ مَنْ مَزِيدٌ هُوَ امِسْ تقدیر تھبوب
حائل ہوا کی قدر شوق اور ذوق میں ترقی ہوا اور محب وصال بمحب کا خواستگار رہے کیونکہ جس طرح جان محبوب
کی حدود نہایت نہیں اسی طرح شون محب کی بھی انتہا اور فایرت نہیں۔ بقول ہے

سیرگرگشت چشم من از نظر جان تو ہست دروین جان من ہر نفے خیال تو
اور اکثر حضرات موفیہ کرام اقسام محبت کے ثابت ہیں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محبت الہی دونوں پر

منقسم ہے۔ محبت عام اور محبت خاص اور محبت عام کی تعریف یہ ہے کہ محب کا بال میں مائل ببطال الحصافت ہو اور محبت خاص کی صفت یہ ہے کہ محب کی روح مائل بثابہ حسن ذات ہو کیونکہ محبت عام کا ماہتاب انسان صفات پر درہ کرتا ہے اور محبت خاص کا آنکاب افت ذات سے برآمد ہوتا ہے محبت عام وہ نویجہ جو زہم آئائش کو منزہ کرتا ہے اور محبت خاص وہ شعلہ نار ہے جو محب کی ہتھی کو ناکستہ اور غرمن معاصرہ واغرہن کو نیت دنابود کرتا ہے۔ **الْعِشْقُ نَارٌ تَحْرِيْلُ مَاسِوَالْمَهْبُوبِ۔** بقول ہے

عشق آں شعلہ ست کوچوں پر فروخت ہرچو جز عشق تو ماتی جملہ سوخت
اور بعض محنت ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ محبت کی یادیخ قسمیں ہیں اول الفت۔ دویم مؤت
سومین انس چہاں محبت پنجم عشق جو مل محبت ہے۔

اور صاحب صفات اللوک نے خلق فرمایا ہے کہ محبت کے دل مراتب ہیں اور ہر مرتبہ کے پانچ
مارج ہیں اور سب کی تعریف بکمال شرح و بسط فرمائی ہے نعم شاء التحقیق فلایر حجع الیہ بقول ہے
ترا فنا کمہ توئی ہر نظر کجبا بیند بقدر بیش خود ہر کے کمندا داک

الغرض حضرت صوفیائے کرام نے جس قدر صفات محبت تسلیم فرمائے ہیں ان کا ملخصہ یہ ہے
کہ محبت تقرب الی اللہ میں مقام رفیع اور مرتبہ علیا کا نام ہے اور جملہ صفات سلوک اور تہامی اعلان حسد
محبتگی والبستہ درج ذیات محبت سے ہیں اور ذی الحجۃت صفات محبت کی تصریح و تشریح امکان بشری سے
اہر ہے

گرگویم عشق راشح و بیان من نامن داں بہاند جا و داں
چنانچہ اد باب دید و یافت نے ہماری بدایت کے واسطے محبت الہی کے نکات و لطائف اور
ساممات دکوانٹ پ کمال شرح و بسط بیان فرمائے ہیں۔“

منہاج العیقیتیہ یہ دعائی سو صفحوں کی کتاب دو حصوں میں منقسم ہے جس کیہہ اول میں مرشد پاک کے
ارشاد والوازیہ وہ ملغوٹات میں جو مسئلے کے تماںی و ابسکان پر عاپد ہوتے ہیں۔ دوسرے
 حصہ میں وہ احکام اور شرائط ہیں جو سرکاری فقرے سے نہیں بلکہ کیلئے مخصوص تھے مرشد حنفی و ارشاد ارشاد
 مصطفیٰ و مرتضیٰ کے جملہ ملغوٹات یا آیات قرآن کریم کی تفسیر میں ہر تفصیل یا احادیث نبوی کا
 ملیں اُندھیں ترجیح ہوتے تھے۔ اس نکتہ کو جس طرح خیدا میاں نے سمجھا ہا ہے یہ انہیں کا حصہ تھا۔ قہہ
 ہے کہ اس کام کو اگر وہ انجام نہ دیتے تو کبھی انجام نہ پا۔

حیات وارث مرشد بردن کی سیرت سوانح حیات اور مفہومات پر متعدد کتابوں میں لکھی جا پکی ہیں لیکن اس ذکر و پلک کی کتاب نہ اب تک کسی نے لکھی ہے: آئندہ اُمید ہے کہ لکھی جائیگی۔ یونکہ حاضر باش فقراء اور مستردین فقریاً تا متراس دُنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اب جو کوئی بھی سیرت پر قلم اٹھانے کا۔ اس کا ماخذ موجودہ سیرت کی تصنیفات ہوں گی۔ بلکہ اس کے شیء امیاں کو سرکار عالم پناہ سے جو قرب حاصل خواہ انکے معاصرین میں بھی کم بزرگوں کو حاصل ہوا ہو گا۔ یونکہ ان کے والد ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۰ھ میں شرف بیت سے صرف از ہوئے تھے۔ شیدا امیاں کی پیدائش ۱۸۷۶ء کی ہے اور ۱۸۷۵ء میں برکت کی طبعے وہ سرکاری خدمات کے مختلف فرائض انجام دیتے رہے۔ اس نے جانپوں نے اور ان کے والدین نے دیکھا اُنادہ ان کے سینے میں محفوظ تھا۔ غائب اسی صلوحت سے تصرف وارثی نے ان سے یہ کام لیا اور جب وہ انجام کو پورا کیا۔ انہیں ملا، اعلیٰ میں شاہ حقیقی کی مجلس قرب میں بلا یا۔ حیات وارث میں جو دو اقسام بیان کئے گئے ہیں ان کی تحقیق جگہ کادی اور کاوش کے ساتھ کی گئی ہے نہ لہ حاضر باشی کے حالات جشنید ہیں یا ان بزرگوں سے اخذ کئے گئے ہیں جن کے چشمید ہتھے۔ اس طور پر گواہت ۱۸۷۵ء سے ۱۸۷۶ء تک کے حالات متعدد ادیوں سے روایت ہیں اور ۱۸۷۶ء سے ۱۸۷۷ء تک کے کئے حالات زیادہ تر حشنید ہیں۔ علاوہ بریں روزگاریت کے بلند مراتج میں شیدا امیاں کو غریب و غریب کشفی قوت عطا ہوئی تھی۔ وہ جب چاہتے تھے حضرت شیخ سے براہ راست واسطہ پیدا کر لیتے تھے لیکن ایسے تصرفات کی حدود حافی معاملات تک محدود رہتی ہے۔ غرض ان سے زیادہ مناسب تر شد سیرت وارثی کو مرتب کرنے کے لئے نہ تھا اور انہوں نے بھی اس کام کی انجام دی۔ میں کوئی کسر اڑھا نہیں رکھی۔ چنانچہ دلادت با سعادت سے جو شہنشاہ مطابق ۱۸۷۷ء میں نہ پرندہ ہوئی تا اس فرائیں جو شہنشاہ و مطابق یکم فریڈرک ۳ام میں پیش آیا۔ تما می حالات اس طرح تابند کئے ہیں کہ سرکار عالم پناہ کی بخش مبارک سامنے آجاتی ہے۔ امر المعرفت میں محبت کروادہ ہی عن النکر ہیں کہی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے دونوں ملعونات اس شرح دلیل سے قرآن کریم اور احادیث نبوی کی توثیق کے ساتھ مدد لال اس طرح سمجھایا ہے کہ تصور کالب لباب پخواہ کراس بیان میں آگیا ہے۔ تجوید احصویرت پر سیر حلال محبت کی ہے۔ خرق عادات کے تذکرے سے حتی الوض احتراز کیا ہے۔ مگر جب روزہ روزہ کے حالات اُنہاں بھینا چلنا۔ پھر ناسوب کے سب خرق عادت ہی ہوں تو کوئی ان کے بیان کرنے سے کیسے دریغ کر سکتا ہے۔ غرضیکہ یہ ہامی کتاب جمیع عوام میں معمونی و صوری گلہائے زنجیک لاجیس کا فیصلہ اس کا مطالعہ

ہی کر سکتا ہے۔ لذت ایں مے نہ شناہی بخدا تا بخشی۔

شیدا میاں کی نظم نظم و نثر میں شیدا میاں نے جو بھی لکھا ہے وہ یا تو مرشد پاک کی شناو صفت میں ہے۔ یا ان کی تعلیمات و مفہومات کی نشر کے تفصیل میں نظم میں بھی انہیں کمال حاصل تھا۔ بندش کی چستی۔ ترکیبوں کی جستگی روزمرہ سے ان کا کلام بہرا ہوا ہے۔ فارسی اور اردو دو لوں زبانوں میں جستگی اور روانی کے ساتھ شعر نظم کرتے ہے۔ گواں کے کلام کا جو حصہ دستیاب ہو سکا مختصر ہے۔ اس راستے میں ان کی چار نظیں نالہ شیدا۔ افضل فارث فیض وارث اور داسخت شیدا شامل ہیں جس سے ان کی افادہ بلع اور قدرت کلام کا اندازہ ہو گا۔ اس مختصر مقدمہ کو اب ہم اس معرفت کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ شیدا میاں کے سوانح حیات تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کی شخصیت ایسی بھی جس نے آستانہ عالیہ کے تسامی ہبات امید طے کئے اور اس کا ایسا نظام ترتیب دیا جو آج تک جاری ہے۔ وہ از مہد تا المهد مرشد برحق کی خدمت سے والبستہ رہے۔

رضنی احمد بنجیر آستانہ